فواد سزگین (1924-2018ء) کی فقہ اسلامی میں خدمات: تاریخ التراث العربی کے تناظر میں ایک تحقیقی مطالعہ

Fawad Suzgin's (1924-2018) Services in Islamic Jurisprudence: A Research Study in the Perspective of "Tārīkh- Al-Turath al-'Arabī"

ڈاکٹر زینب امین[i] ڈاکٹر محمد زاہد[ii]

Abstract

Prof. Dr. Fawad Suzgin is a well-known contemporary researcher who was originally from Turkey but lived in Germany for a long time. Since he was a student of Hellmut Ritter, a German Orientalist, most of his research work is in German. He served as the Head of the Institute of Historical and Islamic Studies at the University of Goethe, Frankfurt. At the same time, he completed the book "Geschichte des Arabischen Shrifttums", meaning the history of the Arab heritage. This great project was started by Carl Brockman's famous book "Geschihte der Arabischen Litteratur", meaning the history of Arabic literature. However, it later became a separate permanent book. This book gives an excellent overview of the capital of various sciences and arts in Arabic language from the beginning to the 330 h. The main purpose of the book is Quran, Hadith, History, Fiqh, Beliefs, Sufism, Poetry, Dictionary, Syntax, Rhetoric, Medicine, Zoology, Chemistry, Botany, Agriculture, Astronomy, Astronomy, Relics, Philosophy, Logic To introduce the work of Muslims and Arabs in various fields such as ethics, politics, sociology, geography, physics, geology and music and to point out the Arabic manuscripts found in these sciences all over the world. The Arabic translation of this book has been published many times under the name of Tarikh al-Tarath al-Arabi, meaning the history of Arabic heritage. It is only a matter of reviewing the work of Fawad Suzgin on his jurisprudence. What were the motivations for Dr. Fawad Suzgin's accumulation of valuable Islamic jurisprudence, and what effect did this have on jurisprudential discussions? And did Fawzi Sizgin work on Islamic jurisprudence in the context of Orientalist thought? In this article attempt these questions expiation.

Keywords: Fawad Suzgin, Islamic Jurisprudence, Tārīkh-al-Turath al-'Arabi

---

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف پشاور، پشاور

ii ایسوسی ایٹ پروفیسر آف اسلامک سٹڈیز، خیبر میڈیکل کالج پشاور

تعارف

پروفیسر ڈاکٹر فواد سیز گین موجودہ دور کے ایک نامور محقق ہیں، جو بنیادی طور پر ترک تھے تاہم ایک طویل عرصہ تک جرمنی میں مقیم رہے۔ چونکہ موصوف ایک جرمن مستشرق ہیلمورٹ رٹر (Hellmut Ritter) کے شاگرد تھے اس لیے آپ کا زیادہ تر تحقیقی کام جرمن زبان ہی میں ہے۔ آپ نے گوئٹے یونیورسٹی فرینکفرٹ میں ادارہ تاریخ علوم عربیہ واسلامیہ کے سرابراہ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دی۔ اور اسی دوران آپ نے کتاب "Geschichte des Arabischen Shrifttums" یعنی تاریخ التراث العربی کی تکمیل کی۔ اس عظیم الشان منصوبے کا آغاز کارل بروکلمان کی معروف کتاب "Geschihte der Arabischen Litteratur" یعنی تاریخ ادب عربی کے تتمے کے طور کیا تھا۔ تاہم بعد میں یہ ایک الگ مستقل کتاب کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اس کتاب میں ابتداء سے لے کر 430ھ تک عربی زبان میں مختلف علوم فنون کے سرمائے کا ایک فاضلانہ جائزہ لیا گیا ہے۔ کتاب کا بنیادی مقصد قرآن، حدیث، تاریخ، فقہ، عقائد، تصوف، شاعری، لغت، نحو، بلاغت، طب، علم الحیوان، کیمیا، نباتیات، زراعت زریاضیات، فلکیات، احکام النجوم، آثار علویہ، فلسفہ، منطق، نفسیات، اخلاق، سیاسیات، علم الاجتماع، جعرافیہ، طبیعات، ارضیات اور موسیقی جیسے مختلف میدانوں میں مسلمانوں اور عربوں کے کام کا تعارف کرانا اور ان علوم پر دنیا بھر میں پائے جانے والے عربی مخطوطات کی نشان دہی کرنا ہے۔ اس کتاب کا عربی ترجمہ تاریخ التراث العربی کے نام سے یعنی عربی ورثے کی تاریخ کے عنوان سے کئی بار چھپ چکا ہے۔ یہاں صرف فواؤد سزگین کے فقہ سے متعلق کام کا جائزہ لینا ہے۔ ڈاکٹر فواد سیز گین کے فقہ اسلامی کے قیمتی ذخیرے کو جمع کرنے کے کیا محرکات تھے اور اس سے فقہی مباحث پر کیا اثر مرتب ہوا؟ اور کیا فواؤ سیز گین نے استشراقی فکر کے تناظر میں فقہ اسلامی پر کام کیا؟ یہ تحقیقی مقالہ ان سوالات کا جواب فراہم کرتا ہے۔

اسلوب

مقالہ کا اسلوب بیانیہ، تجزیاتی اور تاریخی ہے۔ بحث کے نتائج آخر میں بیان کیے گئے ہیں۔

تعارف فواد سیز گین

نام ونسب، پیدائش

پورا نام محمد فواد سیز گین، ترکی میں Fuat Sezgin لکھا جاتا ہے۔ مجاز القرآن کے سرورق پر ان کا نام محمد فواد

سزگین لکھا ہوا ہے [1]۔ تاہم ان کا نام صرف فواد سزکین لکھا جاتا رہا اور دنیا عام طور پر ان کو اسی نام سے جانتی ہے، صلاح الدین ایوبی کی کردی النسل سے تھے۔ 1924ء میں مشرق ترکی میں بٹلیس (Bitles) میں ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے [2]۔

خاندانی پس منظر

فواد سزگین کے والد محمد سزکین عثمانیہ سلطنت کے دنوں میں عدلیہ میں کام کرتے تھے، لیکن انہوں نے اس لیے قضاء میں کام چھوڑ دیا تھا کہ ان کو یہ خدشات تھا کہ نئے قوانین جو بن رہے ہیں ان میں انصاف حاصل نہیں ہوگا، الہذا انہوں نے تدریس کا پیشہ اختیار کر لیا آپ کے والد شہر بٹلیس میں ہی مدفون ہے۔ پروفیسر فواد سزگین کے چھوٹے کے بھائی رفعت سزگین ترک پارلیمنٹ کے ممبر اور وزارت توانائی اور قدرتی وسائل کے وزیر رہے اور بڑے بھائی ثروت سزگین استنبول میں ایک فیکٹری چلاتے تھے، طویل علالت کے بعد جلد ہی وفوت ہو گئے [3]۔

تحصیل علم

ابتدائی تعلیم ارضروم اور دوغو یا یزید میں حاصل کی جہاں ایک مقامی مفتی سے قرآن پڑھا، عربی زبان سیکھی اور حدیث وفقہ اور ادب عربی کی بنیادی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے استنبول چلے گئے۔ آپ کا ارادا انجینئر نگ کی تعلیم کا تھا مگر ایک دن استنابول میں مشہور مستشرق ہلمٹ رٹر کا لیکچر سننے کا موقع ملا۔ اس اتفاق سے آپ کا ارادہ تبدیل ہوا۔ ہلمٹ رٹر چونکہ کارل بروکلمان تھیوڈور نولدیکیہ اور کارل ہنرخ بیکر جیسے بڑے مستشرقین کا شاگرد تھا۔ اور وہ عربی ادبیات کے مختلف علوم وفنون کے بہت بڑے ماہر تھا۔ رٹر مزاجاً سخت تھے اس بناء پر ان کی زیر نگرانی میں بہت ہی کم طالب علم ہوتے تھے۔ چونکہ فواد سیز گین محنت کا عادی اور مطالعہ کا شوق رکھتا تھا۔ اور انہوں نے اپنے استاذ کا اعتماد حاصل کر لیا۔ وہ اپنے شاگروں کو ۱۸ گھنٹے مطالعہ کا کہتا اس کا کہنا تھا کہ اگر اس طرح مطالعہ نہیں کروں گے تو علوم میں مہارت حاصل نہیں کر سکتے۔ لہذا فواد سیز گین نے اس پر مکمل عمل کیا۔ اگرچہ آپ کے استاذ استنابول یونیورسٹی کے معہد الدراسات الشرقیہ کے ڈائریکٹر تھے لیکن ان کے لیے سب سے اہم فواد سزگین تھے جن کی انہوں نے تعلیم وتربیت کی اور مخطوطات کی دنیا سے روشناس کرایا اور تحقیق وتصنیف کی راہ پر لگایا [4]۔

فواد سزگین کے ذوق وشوق کو دیکھتے ہوئے استاد نے ان کو کہا کہ اگر آپ نے اس میدان میں یعنی مسلمانوں کی علوم وفنون پر کام کرنا چاہتے ہو تو عربی سے اعلی درجہ کی واقفیت ضروری ہے۔ ان کو جلد ہی اس کا موقع بھی مل گیا ۱۹۴۲ میں جنگ عظیم دوم کے زیر اثر ترکی کے تمام علمی ادارے چھ مہینے کے لیے بند کر دیے گئے۔ فواذ سزگین نے یہ پورا وقت عربی

سیکھنے میں صرف کر دیا۔ روزانہ سترہ گھنٹے کام کیا اس دوران نماز یا بہت ضرورت کام سے ہی گھر سے نکلتے تھے [5]۔

پروفیسر رٹر، اسلامی ادبیات اور تاریخ سے گہرا شغف رکھتے تھے، چنانچہ ان ہی کے زیرِ اثر فؤاد سزگین ادبیات اور علومِ اسلامیہ و شرقیہ کی تحصیل کی طرف راغب ہوئے اور ۱۹۵۱ء میں ادبیات میں گریجویشن کے بعد ۱۹۵۴ء میں عربی ادبیات میں "امام بخاری کے مصادر" کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ فؤاد سزگین کے پی ایچ ڈی مقالہ کے موضوع میں یہ اختلاف رائے ہے جیسا کہ عام طور پر یہ مانا جاتا ہے کہ انہوں نے صحیح بخاری کے مصادر کے موضوع پر تحقیق کی۔ تاہم ان کے سوانح نگار پروفیسر عرفان یلماز [6] نے وثوق کے ساتھ یوں صراحت کی ہے:

وقد بدأ الأستاذ فؤاد دراسة الدكتوراه بعد مدة قصيرة، غير أنه اختيار كتاب "مجاز القرآن" موضوعاً للرسالة وهو كتاب ليس له علاقة العلوم بما كان موضوع الرسالة متناسباً من أجل بداء الدراسة ببركة القرآن الكريم [7]

"یعنی انہوں نے ڈاکٹریٹ کے لیے ابو عبیدہ کی کتاب مجاز القرآن پر کام کیا۔ وہ اس بات پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ اس کتاب کا ان کے موضوع تاریخ العلوم سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ پھر اس کو انہوں نے اپنے مقالہ کا موضوع کیوں بنایا ان کا خیال یہ ہے کہ ایسا انہوں نے برکت کے لیے کیا ہوگا۔"

عرفان یلماز کا پروفیسر فواد کے نقل کردہ گفتگو کا خلاصہ یوں ہے:

اس کتاب کا ایک نسخہ انقرہ میں اسماعیل صائب کی لائبریری میں تھا۔ اسماعیل صائب سے رٹر کے اچھے تعلقات تھے جس کی وساطت سے انہیں اس کتاب کا نسخہ مل گیا۔ لیکن ایک ایسی کتاب پر تحقیق مناسب معلوم نہیں ہوتی جس کے ایک ہی نسخہ ہو چنانچہ انہوں نے اس کے کسی اور نسخہ کی تلاش شروع کی بالآخر ایک اور نسخہ بھی مل گیا۔ رٹر نے کہا کہ میں اس نسخہ کی تلاش میں ۳۰ سال سے تھا۔ لیکن مجھے کامیابی نہیں ملی [8]۔

اور یہی کتاب ان کی تحقیق کا موضوع بن گئی۔ یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے اسی موضوع پر تحقیق کی اور ان کا یہ کام ۱۹۵۱ میں مکمل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ بخاری میں مجاز القرآن ہی کے ذریعہ پہنچے یعنی بخاری میں جب ان کو ابو عبیدہ معمر بن مثنی کے حوالے نظر آئے تو تحقیق پر پتہ چلا کہ وہ "مجاز القرآن" سے ماخوذ تھے [9]۔ پروفیسر ظفر اسلام نے لکھا ہے کہ فواد سزگین نے بخاری کے مصادر پر پی ایچ ڈی کی ہے اور یہ مقالہ بعد میں کتاب کی صورت میں شائع ہوا [10]۔ راجح قول یہ ہے کہ آپ کا پی ایچ ڈی مقالہ مجاز القرآن پر ہی ہے۔ اس لیے کہ پروفیسر عرفان یلماز بذات خود فؤاد سزگین سے ملتا رہا اور ان سے استفادہ کیا اور پھر ان کے زندگی ہی میں ان پر تحقیقی کام کیا۔ اور ان کے مطابق آپ نے فرینکفرٹ یونیورسٹی جرمنی سے دوبارہ "عربی اسلامی سائنس کی تاریخ" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی۔

ازدواجی زندگی

1966ء میں جرمن مستشرق خاتون ارسولا جس نے اسلام قبول کیا تھا آپ نے ان سے شادی کی اور ۱۹۷۰ء میں ان کے یہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ملال رکھا۔ اور یہی آپ کی اکلوتی اولاد ہے[11]۔

تدریسی و علمی خدمات

پی ایچ۔ڈی سے فراغت کے بعد 1954ء استنبول یونیورسٹی میں لیکچرار تعینات ہوئے۔ اور بہت جلد ایسویٹ پروفیسر کے عہدے پر ترقی ہوئے۔ تاہم 1960 کے فوجی انقلاب کے بعد دیگر سے اساتذہ کے ساتھ ان کی بھی ملازمت ختم کر دی گئی۔ یعنی وہ سیاست کی نذر ہو گئے۔ اس کے بعد 1961 میں جرمنی منتقل ہو گئے اور فرانکفرٹ یونیورسٹی جرمنی میں وزٹنگ پروفیسر کے طور پر تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے پھر 1965 میں باقاعدہ پروفیسر کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا۔ جس وقت آپ استنبول یونیورسٹی میں پڑھا رہے تھے اسی دوران کارل بروکلمان کی شہر آفاق کتاب" تاریخ الادب العربی،، کا مطالعہ کرتے ہوئے انہیں معلوم ہوا کہ اس کتاب میں استانبول کی لائبریری میں محفوظ مخطوطات کا ذکر بہت کم ہے۔ پروکلمان نے برلن کی امپریل لائبریری میں بیٹھ کر اپنا یہ عظیم کام پورا کیا تھا[12]۔

پروفیسر فؤاد سزگین کے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ استانبول کی لائبریری میں تین لاکھ کے لگ بھگ مخطوطات موجود ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بروکلمان کی کتاب کا تکملہ لکھنا چاہا اور انہوں نے اپنے استاذ رٹر سے یہ بات کی تو اس نے اس کام کے لیے حوصلہ افزائی کی کیونکہ ہلمٹ رٹر بسنبت باقی طالب علموں کے نوجوان سزکین کی صلاحیتوں اور ان کے کام کے طریقہ سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ یہ کام پورا کرلیں گے۔ تاہم اس طرح کے پراجیکٹ کے وسائل ترکی میں دستیاب نہیں تھے۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ 1960 میں عدنان مندریس کی حکومت کے خلاف فوجی بغاوت کی نتیجے میں فؤاد سزگین ترکی سے جرمنی منتقل ہو گئے۔ اس ترک وطن کے بدولت ان کے عظیم منصوبہ کی تکمیل کے لیے راہ ہموار ہوئی[13]۔

1. مجاز القرآن لابی عبیدہ معمر بن المثنی پر تحقیق

ڈاکٹر صاحب کا اہم تحقیقی کام ابو عبیدہ معمر بن مثنی کی کتاب مجاز القرآن کی تحقیق و تصحیح و تعلیق کے ساتھ اشاعت ہے۔ قاہرہ سے 1953ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ اسلام کی پہلی تین صدیوں میں مجاز القرآن، معانی القرآن اور غریب القرآن مترادف اور مشترک الفاظ کے طور پر مستعمل رہے۔ ابو عبیدہ سب سے پہلے قرآن مجید کے مشکل الفاظ کے معنی لکھنے اور ان کی تائید میں کلام عرب سے استشہاد لاتے ہیں۔ یہ وہی ابو عبیدہ ہیں جن کا امام بخاری اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں بار رہا

حوالہ دیتے ہیں۔ امام بخاری کے علاوہ مجاز القرآن سے اخذ واستفادہ کرنے والوں میں ابن قتیبہ الطبری، الزجاج، جوہری اور متاخرین میں حافظ ابن حجر العسقلانی، شارح صحیح بخاری کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

صحیح بخاری کی مصادر پر تحقیق

صحیح بخاری کے مصادر پر تحقیق کا سبب بھی "مجاز القرآن،، پر تحقیق ہی تھا۔ جب ان کو معمر بن مثنی کے حوالے نظر آئے اور ان کو تحقیق سے یہ معلوم ہوا کہ وہ "مجاز القرآن،، سے ماخوذ ہیں۔

پروفیسر عرفان یلماز لکھتے ہیں:

" يضم صحيح البخاري عدة فصول، وقسم منها خاص بالتفسير، فنظر في الكتاب ورأيته يذكر مقتطفات تحت عنوان قال معمر وعندما قراته وجدت أن البخاري يقتبس جملاً من كتاب مجاز القرآن، أي إن الكاتباً في علم الحديث يضم جملاً طويلة ماخوذة من كتاب في علم فقه اللغة [14]"

اس وجہ سے بخاری کے تحریری مصادر کی تحقیق کا خیال پیدا ہوا۔ عرفان یلماز کے قول کے مطابق صحیح بخاری پر انہوں نے کام شروع کیا اور یہ تحقیقی کام 1954 میں مکمل ہوا۔

اس تحقیقی کام میں بلاشبہ محکم اور تاریخی شواہد کی بناء پر حفاظت وتدوین حدیث سے متعلق مستشرقین کے ان دعوؤں کو رد کیا کہ ابتدائے اسلام کے بعد کئی صدیوں تک حفاظت حدیث کا کوئی قابل اعتماد نظام موجود نہ تھا، بلکہ اس کا مدار زیادہ طور تر زبانی روایت پر رہا ہے، جس کے باعث مابعد صدیوں میں محض زبانی روایات کی اساس پر احادیث کے جو ضخیم مجموعے مدون ہوئے، ان میں بہت من گھڑت احادیث وروایات پائی گئیں۔ انہوں نے امام بخاری کی کتاب" الجامع الصحیح،، کی تدوین میں بہت سے تحریر مجموعوں سے استفادہ کیا، جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ "صحاح ستہ،، کی تدوین سے قبل بھی احادیث کے بہت سے مجموعے ضبط تحریر میں آچکے تھے۔ پوفیسر فواد سزگین کا یہ تحقیقی مقالہ 1956 میں امام بخاری کے مصادر کا مطالعہ کے عنوان سے پہلی بار چھپ کر منظر عام پر آیا۔

2. تاریخ التراث العربی کا تعارف

فواد سزگین کا تیسری اہم اور زندہ وجاوید علمی خدمت بروکلمان کی تاریخ ادبیات عربی کی نئی اور نظر ثانی شدہ اشاعت ہے جس کا نام جرمنی میں "Geschichte des Arabischen Shrifttums ،،۔ اس کا عربی ترجمہ ڈاکٹر محمود فہمی حجازی نے کیا جامع امام محمد بن سعود الاسلامیہ نے 1982 میں "تاریخ التراث العربی،، کے نام سے شائع کیا۔

اس کتاب کے اصل جرمنی زبان میں 1967 سے پہلی جلد اور 2015 میں آخری جلد شائع ہوئی اس طرح اس کتاب کے کل جلد,وں کی تعداد ے ا ہے۔۔ مخطوطات کی نقلیں حاصل کرنے کے لیے انہوں نے یورپ کے علاوہ مشرق وسطی، شمالی افریقہ اور ہندوستان تک کا سفر کیا[15]۔ اور اپنی وفات تک اس میں اضافہ کرتا رہا۔

علمی رسائل سے مضامین کی نقلیں حاصل کرنے کے لیے زر کثیر صرف کیا۔ عربی مخطوطات کا جتنا وافر ذخیرہ ترکیہ کے کتب خانوں میں ہے، وہ کسی دوسرے ملک میں نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ سزگین صاحب خود ترک ہیں اور انہیں ترکیہ کے خزائن مخطوطات پر آسانی سے دسترس حاصل رہی۔ مزید برآن ان کے اساتذہ میں پروفیسر ریٹر اور ریشر جیسے ارباب علم شامل تھے۔ جن کی عمریں استنبول کے کتب خانوں میں عربی کی قلمی کتابوں کی تلاش ودریافت اور تحقیق میں گزریں۔ ان جرمن فضلاء نے ترتیب وتنسیق میں سزگین صاحب کی مدد کی ہے۔ اس لیے بروکلمان کی نسبت سزگین کی کتاب'' تاریخ التراث العربی،، زیادہ جامع اور کامل تر ہے[16]۔

بروکلمان کی تاریخ ادبیات عربی پر سزگین کی کتاب کی فوقیت کی چند وجوہات بھی ہیں: وہ سب سے پہلے ربروکلمان کی غلطیوں کی تصحیح کی۔ ان کی خامیاں دور کیا۔ فروگزاشت کی تکمیل کی اور بہت سے اضافے کیے۔ اس کے علاہ زیر بحث قلمی مسودے کے اوراق یا صفحات کی تعداد اور سنہ کتابت بھی لکھی اور کتاب کے مبہم عنوان یا موضوع کی تشریح بھی کی۔ اس کے علاوہ زمانی ترتیب کو بھی ملحوظ کھت ہیں۔ جس سے کتاب سے استفادہ آسان اور سہل ہوگیا ہے۔

اس کتاب کا مقصد قرآن، حدیث، تاریخ، فقہ، عقائد، تصوف، شاعری، لغت، نحو، بلاغت، طب، علم الحیوان، کیمیا، نباتات، زراعت، ریاضیات، فلکیات، احکام النوم، جہاز رانی، آثار العلویہ، فلسفہ، منطلق، نفسیات، اخلاق، سیاسیات، علم الاجتماع، جغرافیہ، طبیعات، ارضیات اور موسیقی جیسے متنوع میدانوں میں مسلمانوں کے کام تعارف کروانا اور ان علوم پر دنیا بھر میں پائے جانے والے عربی مخطوطات کی نشان دی کرنا ہے۔

3. Institute of the History of the Arab Islamic Sciences کا قیام

فرینکفرٹ میں قیام کے درواں پروفیسر فواد سزگین کا ایک دوسرا اہم کارنامہ، گوئٹے یونیورسٹی میں معہد تاریخ العلوم العربیہ والاسلامیہ (Institute of the History of the Arab Islamic Sciences) کے نام سے ایک ادارہ قائم کرکے اپنی جہد وسعی سے اسلامی وعربی وفنون پر مخطوطات کا ایک بڑا مرکز بنادیا۔ بعد ازاں اس مرکز میں جمع شدہ مخطوطات کی تعداد پنتالیس ہرار تک پہنچ گئی۔ اس ذخیرے میں بہت سے مخطوطات ایسے ہیں، جن کا کوئی دوسرا نسخہ

دستیاب نہیں۔ بعد ازاں اسی ادارے کے زیر اہتمام سائنسی علوم وفنون میں مسلمانوں کی ایجادات واختراعا سے متعلق ایک عجائب خانہ (Museum of the History of Arab-Islamic Sciences) بھی قائم کیا۔

ترکی میں جب رجب طیب اردوان کی حکومت برسراقتدار آئی اور ترک معاشرے میں وسیع وہمہ گیر تبدیلی کا آغاز ہوا۔ تو پروفیسر فواد سزگین 2008ء میں جرمنی میں اپنا قیام ترک کر کے وطن واپس لوٹ آئے 2008ء میں رجب طیب اردوان حکومت کے تعاون سے استنبول میں تاریخ اسلامی سائنسی علوم وٹیکنالوجی کا مرکز قائم کیا، جس میں مسلمان سائنس دانوں کی تقریباً 700 ایجادات واختراعات کے نمونے رکھے گئے[17]۔ اس کے علاوہ 2010ء میں سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے میدان میں مسلمانوں کی خدمات کی تاریخ پر تحقیق کی غرض سے ایک ریسرچ فاؤنڈیشن بھی قائم کی۔ 2013ء میں سلطان محمد وقف یونیورسٹی میں معہد البحوث للتاریخ العلوم الاسلامیہ کی بنیاد رکھی اور 2015ء میں ریسرچ فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام ایک اشاعتی مرکز قائم کیا۔

اعزازات

ڈاکٹر فواد سزگین کو ان کی علمی خدمات کے اعتراف میں جائزۃ الملک فیصل العالمیہ،، (شاہ فیصل عالمی انعام) دیا گیا اور جامعتہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ (امام محمد سعود اسلامی یونیورسٹی کی دعوت پر ریاض جاکر انہوں نے عربی میں سات خطبات دیے، جنہیں جامعہ نے 1989ء محاضرات فی تاریخ العلوم (تاریخ علوم پر خطبات) کے نام سے شائع کر دیا۔ بعد ازاں 1984 میں دوسرا ایڈیشن چھ خطبات کے اضافے کے ساتھ محاضرات تاریخ العلوم العربیہ الاسلامیہ کے عنوان سے فرینکفرت (جرمنی) سے شائع ہوا۔ جرمن چانسلر نے انہیں" آرٹ آف میرٹ کے نیشنل ایوارڈ،، سے نوازا۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ کی خدمات کو اعزاز بخشتے ہوئے فرنکفرٹ یونیورسٹی نے آپ کو گوئٹے میڈل بھی عطا کیا تھا۔

عصر حاضر میں پروفیسر فواد سزگین کا نام علوم اسلامیہ کی تاریخ پر دسترس رکھنے والے اہم علماء میں شمار ہوتا ہے۔ اس موضوع پر انہوں نے عمر بھر اس لیے کام کیا تاکہ امت مسلمہ اسلامی کلچر کی عظمت کو پہنچان سکے اور کما حقہ اس سے استفادہ کرے۔

وطن واپسی اور وفات

ترکی واپس آنے کے بعد انہیں شدید ابتلاء سے بھی دوچار ہونا پڑا انہوں نے زندگی بھر کا حاصل یعنی فرینکفرٹ سے اپنے ذاتی کتب خانے یعنی ذخیرہ مخطوطات نیز دیگر نوادارات کو ترکی منتقل کرنا چاہا، تو جرمن حکومت نے اس کا کثیر حصہ

نہ صرف ضبط کیا بلکہ پروفیسر فواد سزگین پر غبن، خورد برد اور نوادرات چرانے کے الزام میں مجرمانہ تفتیش کا آغاز بھی کر دیا۔ اگرچہ بعدازاں جرمن حکام کی طرف سے سنگین نوعیت کے یہ الزامات واپس لے لیے گئے تاہم کتابوں اور ذخیرہ مخطوطات کی ملکیت کا قضیہ تاحال معلق چلا آرہا ہے۔ جرمن حکام اسے جرمنی کی پبلک پراپرٹی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک انتظامی عدالت نے اس ذخیرے کی بیرون ملک منتقلی پر قدغن عائد کر رکھی ہے اور معہد تاریخ العلوم العربیہ والاسلامیہ میں واقع پروفیسر فواد سزگین کے دفتر کی تالابندی کر دی ہے۔

پروفیسر فواسزگین نے بھی بالآخر ۹۴ سال عمر میں اس جہان فانی کو خیرباد کہہ دیا لیکن اسلامی سائنس کے فروغ کے لے ان کی گراں بہا خدمات رہتی دنیا تک ان کا نام روشن رکھیں گی۔ ترکی کے اس مایہ ناز محقق کی وفات 30 جون 2018ء کو ہوئی۔

تاریخ التراث العربی میں فقہ اسلامی کے ابتدائی مصادر

تاریخ التراث العربی کی مجلد الاول الجزء الثالث فقہ کے ابتداء سے لے کر ۴۳۰ھ تک مضامین اور ان پر لکھی جانے والی کتابوں کے بیان پر مشتمل ہے علم فقہ کی ابتدائی تصنیف وتالیف سے متعلق فواد سزگین کی خدمات ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے انہوں نے علم فقہ کے سے متعلق ابن ندیم کے کام سے بھی استفادہ کرنے کو کہا تاہم انہوں نے اسے ناکافی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن الدیم سے حاصل کردہ قلیل مگر بنیادی معلومات کے علاوہ دوسرے مقامات سے بھی معلومات جمع کی ہیں۔ اس کا مقصد ابتدائی کتب فقہ سے شناسائی ہے۔ جو اصل میں دوسری صدی ہجری میں لکھی جانی والی مشہور کتابوں سے قبل لکھی گئیں۔

اس ضمن میں فواد سزگین نے فقہ کے ابتدائی کام کے حوالے سے ہشام بن عروہ کی ایک روایت کا حوالہ دیا:

" هشام بن عروة يقول بأن كثيرا من كتب الفقه كانت في حوزة أبيه عروة بن الزبر يوم الحرة **26**" او **27** من ذي الحجة سنة **64**هـ وأنها احرقت كلها وأنه حزن لذلك حزنا شديدا[18]"

یعنی ہشام بن عروۃ نے روایت کی کہ میرے باپ کے پاس فقہ کی بہت سی کتابیں تھیں جو یوم حرۃ 26- 27 ذی الحجہ میں جل گئی تھیں اور جس پر میرے والد بہت غمگیں ہوئے تھے۔

فواد سزگین نے لکھا ہے کہ بعض محقق علماء نے اس واقعہ کو معمولی اور غیر اہم قرار دیا ہے کیونکہ یہ کتابیں اصطلاحی اور مشہور مضمون میں مرتب و منظم نہ تھیں۔ بلکہ یہ چند غیر منظم اوراق تھے۔ اس ضمن میں انہوں نے لکھا ہے

مستشرقین میں سے گولڈ ظہیر اور بروکلمان نے اس قسم کے روایات کا اعتبار نہیں کیا ان کے نزدیک ان کو کتابیں کہنا نہیں چاہیے بلکہ یہ اس وقت غیر منظم چند اوراق تھے[19]۔

فواد سزگین کے نزدیک ضخیم اور مرتب کتابیں اس زمانے کے مروج معنوں میں کتابیں کہلاتی تھیں۔ اس ضمن میں فواد سزگین لکھا ہے کہ عہد رسالت اور صحابہ کرام کے زمانے سے فقہی مسائل کی تدوین کا پتہ چلتا ہے۔ اس لیے صحابہ کرام کے لیے لکھے گئے فقہی مسائل کم از کم پہلی صدی ہجری میں مروج اور متداول تھے۔ اور انہوں نے اس ضمن میں عمرو بن عبدالعزیز کے حوالے سے یوں لکھا ہے:

عبد العزيز عقب توليته الحكم المدينة المنورة ، ا/ر بالحبثح عن مدونتين قديمتين، الاول " كتاب الصدقات" للنبي صلى الله عليه وسلم والاخيري بنفس النسبة لعمر بن الخطاب وعندما وجد عمر بن عبد العزيز الكتابين امر بنسخها [20]

یعنی عبدالعزیز امویوں کی طرف سے گورنر بن کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہوں نے دو تحریروں یعنی قلمی نسخوں کی تلاش کا حکم دیا۔ ان میں ایک نوشتہ نبی کریم ﷺ کی جانب سے "کتاب الصدقات" تھا اور دوسرا حضرت عمر ابن الخطاب کے مذکورہ نام کا تھا۔ ان کی دستیابی پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی نقل اور تحریر کا حکم دیا۔

مذکورہ بالا نوشتوں کا اصلی نسخہ ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے پاس تھا[21]۔ السرخسی نے لکھا ہے کہ ان کے دادا عمرو بن حزم بن زید نے آنحضرت ﷺ کے ایک رسالہ کی بھی روایت کی تھی جس میں فرائض، زکاۃ اور دیت کے بارے میں احکام تھے۔ یہ رسالہ بعد میں لکھی جانے والی امام ابوداؤد اور امام نسائی وغیرہ کی فقہی کتابون میں شامل ہو گیا۔ اس رسالے کو عمرو بن حزم اور ان کے پوتے نے بھی روایت کیا ہے[22]۔

فواد سزگین نے لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک کو فرائض الصدقہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ایک فرمان حضرت ابو بکر صدیق سے ملا تھا:

وتلقي انس بن مالك كتاباً من ابي بكر الصديق عن فرائض الصدقة، كما امر الرسول بها [23]

حضرت عمر بن الخطاب کے پوتے کا بیان ہے کہ اس کے اپنے دادا کی وفات کے بعد ایک صحیفہ تلوار کے پرلتے میں دیکھا تھا جس میں چوپاؤں میں ذکر تھا۔ فواد سزگین نے خطیب بغدادی کے عبارت کو یوں نقل کیا:

وذكر حفيد الخليفة عمر بن الخطاب أنه وجد بعد وفاة جده صحيفة في قائم سفه عن الخراج الواجب علي الماشية ،، الكفاية[24]

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک صحیفہ تھا جس میں فقہی مسائل مذکور تھے۔

پہلی صدی کے فقہی ذخیرہ کے بارے میں فواؤد سزگین نے حضرت علی بن ابی طالب کے ایک صحیفہ کا ذکر یوں کیا کہ حضرت علی بن ابی طالب کے بیٹے ابن الحنفیہ بیان کرتے تھے کہ ان کے والد نے ایک چھوٹا سا صحیفہ حضرت عثمان کو دینے کے لیے دیا تھا، اس صحیفہ میں صدقات کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے فرامین تھے۔

مذکورہ بالا کتابوں کے گہرے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صحائف چند اوراق پر مشتمل تھے اور اب دیکھنا یہ ہے کہ دوسری اور تیسری ہجری میں لکھی جانے والی فقہی کتابوں نے کس حد تک ان سے اخذ واستفادہ کیا ہے۔ اس بارے میں فواد سزگین نے حضرت عمر بن خطاب کا ایک خط ابو موسی اشعری اور دوسرا قضاء کے بارے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں خطوط کتب فقہ کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہیں[25]۔ ان کتابوں پر فقہی رسائل کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ صرف فقہی ضوابط یا فقہی فتاوی تھے۔ کتب فقہ کی جمع و ترتیب کی تاریخ میں قدیم ترین رسائل کی تالیف بعض نوجوان صحابہ کی کاوش کی مرہون منت سے مصر کے مؤرخ ابن یونس کا ایک بیان ہمارے مدعا کی وضاحت کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو العاص کے ایک شاگرد حسین بن شفی بن مانع الشفعی نے مصر میں ان سے دو کتابوں کی روایت کی تھی۔ ایک کا نام قضی رسول اللہ یعنی رسول اللہ ﷺ کے کے فیصلے اور دوسری کتاب کا نام" مایکون من الاحدث الی یوم القیامتہ،،۔ قیامت تک ہونے والے واقعات، تھا[26]۔

اسی طرح حضرت زید ثابت کا شمار مشہور اولین فقہاء میں ہے، فواد سزگین نے لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مذکورہ بالا رسائل کی طرح بہت سی کتابیں جمع کر لی تھیں۔ تاہم وہ اپنی ذاتی رائے کو ترجیح دیا کرتے تھے[27]۔ حضرت زید کے شاگرد قبیطتہ جو مدینہ کے مشہور فقہیہ تھے ان سے فرائض میں ایک کتاب کی روایت کیا کرتے تھے[28]۔ اور یہ کتاب چھٹی صدی ہجری تک متداول رہی۔ فرائض کے بارے مین بھی یہی کتاب امام مالک اور امام شافعی کی معتمد علیہ رہی ہے حتہ کہ بقول ابن خیر الاشبیلی الطبری نے اپنی کتاب الفرائض میں اسی پر انحصار کیا ہے[29]۔

ان روایات کے علاوہ اور بھی بہت سی روایتیں ہیں جن کو امام بیہقی نے اپنی کتاب السنن کے باب میراث میں جمع کر دیا ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت زید بن ثابت کے علمی مقام اور ان کی کتاب الفرائض کے لیے علیحدہ باب مختص کیا ہے۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ تابعین عظام اس رسالے کو مواریث کے بارے میں بنیادی اہمیت دیتے تھے جس سے کوئی بھی مستغنی نہیں ہو سکتا تھا۔ امام زہری کا بیان ہے کہ اگر فرائض کے بارے میں حضرت زید بن ثابت یہ کتاب نہ لکھتے تو یہ علم معدوم ہو گیا ہوتا۔ اس رسالے کی قدر وقیمت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ شروع ہی سے اس رسالے کی شرحیں لکھی

جانے لگیں۔اس کی ایک شرح ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان نے لکھی تھی جو اپنے زمانے کے بلند پایہ فقیہ تھے۔ان کی توصیف کی جاتی ہے کہ وہ علم حساب کی ایک کتاب کے مصنف تھے[30]۔ فواد سزگین نے امام بیہقی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ ابو الزناد کے ہاں موجود اس کتاب کے جو اجزاء تھے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوالزناد کے پاس حضرت زید ثابت کی کتاب الفرائض بروایت خارجہ بن زید تھی۔ یوں لگتا ہے کہ شارح سب سے پہلے متن کتاب لکھتا ہے اور پھر قال لکھ کر اس کی شرح کرتا ہے۔اس شرح کے راوی عبدالرحمن بن ابی لزناد ہیں۔اس میں یہ جملہ بار بار آتا ہے۔اس رسالے کی اصل عبارت زید بن ثابت سے مروی ہے جب کہ تفسیر و تشریح الوالزناد کی قلم سے ہے[31]۔

فواد سزگین نے لکھا ہے کہ حضرت زید کی بعض عبارتوں کی تشریح کے علاوہ یوں لگتا ہے کہ امام بہیقی کے ہاں کتاب الفرائض کی بہت سی اصل عبارتیں محفوظ تھیں۔خارجہ بن زید نے اس بارے میں پنے باپ کے رسالہ المیراث کی روایت بھی کی ۔یہ رسالہ حضرت امیر معاویہ کو بھی ارسال کیا گیا تھا اور اس کے بعض اقتباسات کو امام بیہقی نے بھی نقل کیا ہے[32]۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ایک اور کتاب "کتاب الدیات،، ہے جس کے جلانے کا حکم حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیا تھا[33]۔

فوؤاد سزگین نے بیان کیا ہے:

ولا نعلم السبب فی ذلک[34]

"اس فرمان کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی۔"

فواد سزگین نے نہایت اہم بات یہ تحریر کی ہے کہ بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے ہاں یہ رواج تھا کہ وہ بعض فقہی معاملات کے بارے میں مراسلات لکھ کر ایک دوسرے سے تبادلہ معلومات کیا کرتے تھے۔ مثلاً نافع بن الازرق نے میراث میں قریبی رشتہ داروں کے حصص کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس سے استفسار کیا تھا اور بچوں کے قتل کے بارے میں ان سے استصواب کیا تھا[35]۔اسی طرح عبداللہ بن ہرمز حضرت عبداللہ بن عباس اس کے کاتب تھے انہوں نے نجدۃ الحروری جس سے فرقہ حروریہ منسوب ہے سے مراسلہ کے ذریعہ پوچھا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات بھی ان کے ساتھ جنگوں میں جاتی تھیں یا یہ کہ شریک نہیں ہوتی تھی[36]۔

موصوف نے لکھا ہے کہ عجیب وغریب روایت یہ بھی ہے کہ بوزنطینوں کے خلاف معرکہ یرموک کے لگ بھگ میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے ساتھ بہت سی کتابیں آئی تھیں جو دو انٹوں کے بوجھ کے برابر تھیں اور حضرت عبد اللہ بن عمر لوگوں سے اس واقعہ کا ذکر کرتے رہتے تھے[37]۔

ان کتابوں کی تفصیل فواد سزگین نے باب الترجمہ میں ذکر کی ہے۔ آگے وہ ترجیحی بات ذکر کرتے ہیں کہ تابعین کی درمیانی نسل جس طرح کتب مغازی اول اور قرآنی تفاسیر سے اشتغال رکھتی تھی۔ اسی طرح ابتدائی کتب فقہ کی بھی دلدادہ تھی۔ مشہور ہے کہ امام شعبی جو کہ مورخ فقہیہ اور شعر و سخن کے شناسا تھے ان ابتدائی کتب فقہ سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔ مجاہد بیان کرتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ امام شعبی صدقات اور فرائض کے بارے میں تین اوراق کی عبارتیں لکھاتے رہتے تھے[38]۔

سزگین نے یہ ذکر کیا ہے کہ صدر اسلام میں بعض ایسے فقہاء بھی تھے جنہوں نے رائے اور قیاس کو بھی راہ دی۔ بہت سے صحابہ رائے سے بھی حکم لگاتے تھے جب انہیں رسول کریم ﷺ کی کوئی حدیث یا فرمان نہیں ملتا تھا۔ اس سلسلے میں بہت سے اسماء کتب طبقات اور کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ ان کے سرخیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد والے علقمہ بن قیس اور اسود بن یزید تھے۔ عراق میں مکتبہ رائے کے بانی حماد بن ابی سلیمان تھے جن کے بہت سے تلامذہ تھے۔ مدینہ منورہ میں ربیعۃ بن ابی فروخ الیتمی تھے جو ربیعۃ الرائی کہلاتے تھے۔ حماد بن سلیمان کے ممتاز شاگرد امام حنفیہ تھے جب کہ ربیعۃ رائی کے تلمیذ امام مالک تھے۔ ج ربیعہ کو دفن کر چکے تو ان کے شاگرد امام مالک نے کہا کہ آج ربیعہ کے ساتھ علم فقہ بھی دفن ہو گیا[39]۔

Geschichte des Arabischen Shrifttums (تاریخ التراث العربی) میں فواد سزگین نے اموی عہد کی کتب فقہ کو سب سے پہلے ذکر کیا ہے اور اس فصل کا عنوان ہے "کتب الفقہ فی العصر الاموی"۔ اس میں سب سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ حضرت زید رسول کریم ﷺ کے کاتب وحی مقرر ہوئے۔ وہ نہایت ذہین وفطین تھے انہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی خواہش اور فرمائش پر تھوڑی سی مدت میں سریانی زبان بھی سیکھ لی تاکہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آنے والے خطوط کا جواب دے سکیں۔ اور تھوڑے عرصے کے بعد وہ تورات بھی پڑھنے لگے۔ بہت سے لوگوں نے ذہانت وفطانت اور علم کی بناء پر انہیں ربی (عالم) کا لقب دیا۔

خلفائے راشدین نے بہت سے سرکاری امور ان کے سپرد کر دیے تھے۔ حضرت زید بن ثابت علم الفرائض (مواریث) کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے معرکہ یرموک میں حضرت عمر کے ساتھ شرکت کی تھی اور مال غنیمت کی تقسیم کی بھی نگرانی کی تھی۔ حضرت عثمان غنی نے انہیں مصحف کی تدوین کرنے والی جماعت میں بھی شامل کیا تھا۔ انہوں نے ۴۵ھ میں میں وفات پائی[40]۔

اس کے بعد حالات کے ماخذ نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے تقریباً گیارہ مآخذ ذکر کیے ہیں جس مین مستشرق کی نولد کی کتاب بھی شامل ہے۔

علمی آثار

فواد سزگین نے آپ کے علمی آثار میں جن کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں:

4. کتاب الفرائض

ابن خیر الشبیلی کے پاس اس کتاب کا اجازت نامہ تھا، ابن الخیر کا بیان ہے کہ امام مالک اور امام شافعی کی کتب کا انحصار تمام تر حضرت زید بن ثابت کی کتاب کتاب الفرائض پر تھا۔ الطبری کی کتاب پر یہی فیصلہ صادق آتا ہے۔ اب تک یہ تحقیق نہیں ہو سکی کہ فقہ اور حدیث کی متاخر کتابوں میں مذکورہ بالا کتاب کا کتنا حصہ شامل ہے۔ اس کتاب کا بڑا حصہ ابو الزناد عبداللہ بن زکوان کی شرح کے حوالے سے بیہقی کی سنن الکبیر میں ہے۔ اس کے ساتھ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس کتاب کے بہت سے حصوں کی تشریح نہیں کی گئی۔

5. رسال فی الفرائض

یہ میراث کے بارے میں رسالہ ہے جو انہوں نے لکھ کر امیر معاویہ کو بھیجا تھا۔ اس کا ایک حصہ بیہقی کی کتاب السنن میں موجود ہے[41]۔

اسی طرح اس دور کے فقہاء کا ذکر بھی کیا ہے اور ان سے اخذ فقہ کے ساتھ حالات کے مصادر کا ذکر کیا ہے جن میں شریح بن الحارث، قبیصہ کے حالات اور مراجع حالات۔ علمی آثار کا تذکرہ کیا ہے۔ امام النخعی کا تعارف حالات اور علمی آثار میں لکھا ہے کہ ابو نعیم نے مختلف راویوں کی زبانی حضرت ابراہیم نخعی کی فقہی آراء نقل کی ہیں ان کا اخذ جریر بن حازم کی کتابیں ہیں جو خود ابراہیم النخعی منصور بن معتمر کی کتابوں سے ماخوذ ہیں[42]۔

تاہم یہ واضح رہے کہ یہ تعارف فقہ اسلامی کی تاریخ وتدوین کی تمام کتب میں موجود ہے۔ فواد سزگین نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ ان کی کوئی تالیف تھی اور کس نام سے؟۔ ان کی فقہی آراء مدون شکل میں تھی یا زبانی روایت پر مبنی؟

مکحول کا تعارف بیان کرتے ہیں:

"تابعی اور دمشق کے رہنے والے تھے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں جب کہ خود ان کے راوی الاوزاعی اور محمد بن اسحاق وغیرہ۔ اور انہوں نے بہت سے مقامات کا سفر کیا تھا۔ وہ اپنے زمانے کے مشہور

محدث تھے عقائد کے اعتبار سے قدری تھے۔ علمی آثار میں فواد سزگین سے ابن الندیم کے حوالے سے لکھا ہے کہ مکحول کی دو کتابوں کا ذکر ہے" کتاب السنن فی الفقہ والمسائل فی الفقہ، جب کہ ان کی کتاب "کتاب الحج"، کی روایت ان کے ایک شاگرد علامہ بن الحارث الحضرمی نے کی ہے[43]۔"

حماد بن ابی سلیمان الاشعری کے حالات اور علمی آثار بیان کرتے ہیں فواد سزگین نے لکھا ہے:

"حماد کی کسی کتاب کا ذکر نہیں لیکن ہم یہ فرض کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے معاصر علماء کی طرح کتابیں ضرور لکھی ہوں گے۔ امام ابو یوسف کی کتاب الآثار اور امام محمد شیبانی کی "الآثار"، اور امام شافعی کی کتاب " الام"، اور مدینہ سے حضرت حما کی کتابوں کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ صراحت سے ان کے نام مذکور نہیں[44]۔"

بکیر بن عبد اللہ بن الاشج کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان کا تعلق مدینہ منورہ سے تھا لیکن ان کی عمر مصر میں گزری۔ وہ تابعین متقدمین سے روایت کرتے ہیں۔ ممتاز فقیہ اور محدث تھے۔ علمی آثار کا ذکر کرتے ہوئے سزگین لکھتے ہیں کہ امام مالک نے مؤطا اور المدونہ کے مؤلف نے بکیر بن عبد اللہ کی کتاب الفقہ سے بہت استفادہ کیا ہے[45]۔"

ابو الزناد عبد اللہ بن زکوان القرشی کا لکھا ہے:

"سب سے بڑے فقیہ تھے بعض علماء کی رائے ہے کہ وہ ربیعۃ الرائے سے بڑھ کر عالم تھے۔ ان کے علمی آثار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ ابو الزناد نے فقہ میں ایک کتاب لکھی تھی، لیکن اس کتاب کا نام نہیں لیا۔ امام مالک نے مؤطا میں ابو الزناد کی روایت سے جن 54 احادیث کا ذکر کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ابو الزناد کی متذکرہ فقہی کتاب سے ماخوذ ہوں۔ ان کے کتاب قضیہ علی الفرائض زید بن ثابت کے بہت سے اقتباسات البیہقی کی کتاب السنن الکبری کے واسطے سے ہم تک پہنچے ہیں۔ اسی طرح کئی ایسے علماء کا ذکر کرتے ہیں جن کی علمی آثار میں کوئی کتاب نہیں لیکن اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔"

عباسی عہد میں مذاہب کا ذکر کرتے ہیں کہ دوسری صدی ہجری کی دوسری چوتھائی میں اوائل اموی عہد کے علماء کے تلامذہ نے اپنے شیوخ کے علمی کام کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ اکابر علماء بھی اپنے اساتذہ کی طرح محدث اور فقیہ تھے ان شیوخ نے فقہی مواد کو فقہی ابواب پر مرتب کرنا شروع کر دیا تھا۔ جن کی کثیر تعداد علم حدیث میں المنصف کے ابتدائی مؤلفین اور مدونین کا درجہ رکھتی ہے۔

فقہ حنفی

عباسی عہد کی ابتداء ہی سے مختلف مقامات میں مخصوص فقہی مسالک قائم ہو چکے تھے کوفی فقہ کے ماننے والوں کے ہاں فقہ میں رائے اساسی درجہ رکھتی تھی۔ حماد بن ابی سلیمان کی وفات کے بعد لوگ ان کے شاگرد امام ابو حنیفہ کے گرد

جمع ہو گئے جو کہ اولین فقہی مذہب کے بانی تھے۔ ان کے معاصرین میں سفیان ثوری نے بصرہ میں اوزاعی نے شام میں مختلف فقہی مکاتب قائم کر لیے اور ان کے ماننے والوں نے انہیں مستقل فقہی مسالک کے بانی قرار دیا۔

فواد سزگین نے فقہ حنفی کے 29 فقہاء کا تعارف فقہ حنفیہ کے تحت بمع ان کے حالات مآخذ اور علمی آثار کے ذکر کیے ہیں مثلاً ابو حنیفہ کی الفقہ الاکبر، اور ساتھ فقہ الاکبر کی شروح کا بھی ذکر کیا ہے، اسی طرح ان کے تصنیف الفقہ الابسط کے بارے میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ابو المطیع الحکم بن عبد اللہ بن سلمہ نے اس کی روایت کی تھی اور یہ محمد زاہد الکوثری کی تحقیق سے 1268ھ میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔

مسند ابی حنیفہ کا ذکر کرتے ہوئے فواد سزگین نے لکھا ہے کہ بہت سے اکابر نے ابو حنیفہ کے مسند کو روایت کیا ہے جن میں امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیادہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ موسی بن زکریا بن ابراہیم الحصکفی اور ابو المؤید محمد بن محمد الخوارزمی کی روایت سے یہ مسند علی الترتیب لاہور، حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے۔

امام زفر کے حالات کے مصادر اور علمی آثار ذکر کرتے ہوئے ابن الندیم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ امام زفر نے بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ان کی کتاب مقالات کا ذکر کیا ہے۔ امام موصوف کی کتابوں کے بہت سے اقتباسات فقہ حنیفہ کی کتابیں بالخصوص سرخسی کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کی فقہی آراء محمد زاہد الکوثری نے "لمحات النظر فی سیرت الامام زفر" کے نام سے جمع کی ہیں۔

امام ابو یوسف کے حالات مصادر اور علمی آثار ذکر کیے ہیں لکھتے ہیں کہ کتاب الخراج کا اطالوی زبان میں ترجمہ روما سے اور پیرس سے فرانسیسی ترجمہ شائع ہو چکا ہے 1922ء۔ کتاب الخراج کا اردو ترجمہ چھپ چکا ہے۔ ترکی زبان میں بھی اس کے تراجم ہیں۔ آپ نے اس کی کئی شروح کا ذکر بھی کیا ہے۔

اسی طرح امام محمد حسن شیبانی کے حالات اور مصادر اور علمی آثار کا تذکرہ کیا ہے:

المبسوط یا کتاب الاصل فی الفروع

اس کے بعض اجزاء قاہرہ اور حیدر آباد دکن سے شائع ہو چکے ہیں اس کا اختصار عبد الرحیم بن ابی عصام الحق نے کیا تھا اس کے 119 اوراق کتب خانہ جار اللہ میں ہیں۔

الزیادات: اس کے بہت سے اوراق ترکی، دمشق اور قاہرہ کے کتاب خانوں میں ہیں اس کی ترتیب و تدوین ابو الحامد محمد و بن احمد النصری نے صدر الدین سلیمان بن وہب الحنفی حسین بن منصور قاضی خان کی شرح کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی تھی۔

اس کی تعلقیات محمد بن محمد السیدی الزوزنی نے الافادات فی شرح الزیادات کے نام سے لکھی تھی[46]۔ یہاں سب کا تذکرہ کرنا ناممکن ہے فؤاد سزگین کی کتاب کا عربی ترجمہ تاریخ التراث العربی میں ج ۳، اور ج ۹؛ اور ج ۱۵ میں عصر حاضر تک فقہی ذخیرہ موجود ہے۔

فقہ مالکی

عباسی عہد کے اوائل میں امام مالک بن انس مکتب مدینہ کے فقہی نمائندہ تھے۔ ان کی فقہ کی یہ خصوصی صفت ہے کہ وہ تعامل میں اہل مدینہ کو شریعت میں اساسی درجہ دیتے ہیں۔ امام کے پیروان کو فقہ مالک کا بانی سمجھتے ہیں۔ مالکی فقہ شمالی افریقہ میں جاری وساری ہے۔ مالکی مذہب کی بدولت ہماوزاعی اور ظاہری مذاہب سے شناسا ہیں۔ مالکی مذہب آج بھی اہل السنت کے چاروں فقہی مذاہب میں شمار ہوتا ہے۔

فواد سزگین نے تاریخ التراث العربی میں فقہ مالکی کے ۳۴ علماء بمع تعارف وعلمی آثار ذکر کیے ہیں مثلاً:

امام مالک نام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اور کنیت ابو عبد اللہ، نسبی تعلق یمنی امیر حمیری سے رکھتے تھے۔ مدنیہ منورہ میں پیدا ہوئے، لیکن ان کے سنہ ولادت کے بارے میں مختلف روایات مذکور ہیں۔ ان کا سال ولادت ۹۰ھ اور ۹۷ھ کے درمیان بتلایا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اوائل عمر میں انہیں علم حاصل کرنے کا شوق نہ تھا۔ لیکن بعد میں وہ اپنی والدہ کی نصیحت سے متاثر ہو کر فقہ کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان کے شیوخ میں ربیعتہ بن فروخ تھے جو رائے اور قیاس کی بناء پر فقہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے علاوہ کے اساتذہ میں الزہری وہشام بن عروہ اور نافع مولی بن عمر بھی تھے۔ مکمل تعارف کے بعد علمی آثار کا یوں ذکر کرتے ہیں:

الموطا

یہ کتاب حدیث اور فقہ کے مسائل کا مجموعہ ہے کہا جاتا ہے کہ پہلے نسخے میں نو ہزار احادیث تھیں اور ان کا کئی بار اختصار کیا گیا۔ یہ کئی بار دہلی، لاہور، قاہرہ اور بیروت میں چھپ چکی ہے۔ اس کی آخری تدوین کی رو سے اس میں 100 احادیث مسند 222 مرسل احادیث، 613 موقوف احادیث اور 285 تابعین کی فقہی آراء و فتاوی ہیں۔ موطا مختلف روایات کی صورت میں موجود ہے اس کا حال کم وبیش صحیح بخاری سا ہے۔ فؤاذ سزگین مزید لکھتے ہیں کہ ہم روایات کے اختلاف سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ یہ سب کچھ امام مالک کی مرضی سے ہوا ہے یا موطا کی آخری تدوین ان کے کسی شاگرد کی مرہون منت ہے۔

فؤاد سزگین نے لکھا ہے:

على أن الاخبار واضحة في أن مالكا هو الذي ألف الموطا إلى آخر كلمة فيه وأنه رواه " قراءة" و"مناولة"[47]۔

"یعنی تاریخی روایات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ الموطا کی تالیف شروع سے آخر تک امام مالک کی سعی وکاوش کا نتیجہ ہے اور انہوں نے ہی اسے "قراءت" اور مناولت" سے روایت کیا ہے۔"

فواد سزگین موطا پر جتنا کام ہوا سب کو اکٹھا کر دیا ہے اور تمام شروح روایت کا تعارف بمع مصادر کیا ہے۔

فقہی مالکی کئی فقہاء کا تذکرہ بمع ماخذ، علمی آثار کے نہایت عمدہ طریقے سے درج کیے ہیں۔

فقہ شافعی

فقہ شافعی کے 22 علماء فقہ کا تذکرہ بھی بمع ماخذ حالات اور علمی آثار کے جمع کیا ہے: مثلاًسب سے پہلے شافعی کے بانی امام شافعی ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن العباس کا تذکر یوں کیا ہے:

"امام شافعی شافعی مذہب کے بانی ہیں انہوں امام مالک سے تلمذ کے بعد امام ابو حنیفہ کے تلامذہ سے بھی اسعادہ کیا تھا۔ اس لیے ان کے آراء مالکی اور حنفی مذاہب کے بین ین ہیں۔ شروع میں مصر اور بغداد امام شافعی کی فقہی آراء کا مرکز تھے لیکن تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں سارے عالم اسلام مین شوافع کی تعداد میں بہت اضافہ ہو گیا۔ بعض اسلامی ممالک میں آج بھی مذہب شافعی کے حلقہ بگوشاں پائے جاتے ہیں۔ امام شافعی کے حالات ماخذ کے اور علمی آثار کے ضمن لکھتے ہیں کہ شافعی کی تصانیف وتالیف کی تعداد 13 اور 40 کے درمیان ہے۔ ابن الندیم کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابن الندیم نے الفہرست میں ان میں سے 109 کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ بیہقی نے بھی ان کی کتابوں کی فہرست دی ہے جب کہ ابن حجر نے کتاب" توالی التاسیس"، میں 78 کتابوں کے نام لکھتے ہیں۔ ان کے تلامذہ نے ن کی کتابوں کی دو قسمیں بتلائی ہیں: قدیم جو بغداد اور مکہ میں لکھی گئیں۔ اور حدیثہ جو قیام مصر کی یادگار ہیں[48]۔"

یہاں بطور مثال صرف موصوف امام کے صرف ایک تصنیف کا ذکر کیا جاتا ہے:

کتاب الام

امام شافعی کی وفات کے بعد ان کے تلامذہ نے امام شافعی کے تمام مباحث کو ایک کتاب میں جمع کر لیا تھا۔ اس مجموعہ کو آنے والی نسل نے کتاب الام کا نام دے دیا۔ اب ایک طویل عرصہ سے اس مجموعہ کے جامع یا مؤلف کا نام زیر بحث چلا آ رہا ہے ابو طالب مکی نے لکھا ہے کہ یوسف بن یحیی البویطی نے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام شافعی کے دوسرے شاگرد ربیع بن سلیمان نے البوطی سے مسودہ لے کر ان رسائل کو اپنے نام سے جمع ومرتب کر دیا۔ فواد سزگین نے لکھا ہے کہ یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب کہ امام شافعی کی کتابیں مشہور ومعروف ہو چکی تھی۔ اور اب ان کی تصدیق ایک مشکل

امر ہے کتاب الام دو روایتوں سے مروی چلی آ رہی ہے۔ نامور محدث ابو زرعہ رازی نے بویطی کی وفات سے چار سال قبل امام شافعی کی ساری کتابیں ربیع بن سلیمان سے پڑھ لی تھیں[49]۔

مخطوطات کتاب الام، پروفیسر سزگین نے کتاب الام کے ایک طویل فہرست ذکر کی ہے اور اس کے بعد کتاب "الام"، کے ماخذ ذکر کیے ہیں۔ بلا مبالغہ یہ انتہائی مشقت کا کام ہے۔ فقہی ترتیب سے کتاب الام کے وسیع ذخیرے کے ماخذ کا ذکر نا سزگین کا بہت اہم کام ہے۔ یہ صرف بطور نمونہ فقہ مطالعہ پیش کیا گیا۔

فقہ حنبلی

چوتھا اہم فقہی مذہب جس کے بانی احمد بن حنبل تھے آج بھی قائم ہے وہ کتاب و سنت کو سب شرعی احکام کا منبع و مصدر مانتے ہیں اور صرف شدید ضرورت کے تحت رائے سے استمداد کرتے ہیں۔ سزگین نے لکھا ہے کہ اہل حدیث حنبلی فقہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ جو براہ راست قرآن و سنت سے احکام کا استنباط کرتا ہے اور شدید ضرورت کے وقت رائے کی طرف رجوع کرتا ہے۔ حالانکہ امام احمد نے اپنے عقائد اپنی کتاب "کتاب السنت"، میں لکھ دیے میں ان کے بیشتر فقہی فیصلے تلامذہ کے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہیں۔

فواد سزگین نے لکھا ہے:

> "فرانس کے ایک محقق عالم ہنری لاؤسٹ نے حنبلی مذہب اور عقائد کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے اس نے اس بات کی تردید کی ہے کہ حنابلہ اللہ تعالی کے تشبیہ میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور ان کے تنگ و نظری اور سلفیت کی وجہ سے یہ مذہب زندہ رہنے کے قابل نہیں اور اس میں عدم رواداری دیوانگی کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ باہمی معاشرتی تحمل و تعاون کی اس میں گنجائش نہیں اور یہ کسی رائج الوقت نظام کو قبول کر لینے سے ہمیشہ سے عاری رہا ہے[50]۔"

پروفیسر سزگین میں تاریخ التراث العربی میں حنبلی فقہ کے 18 فقہاء کا ذکر کیا ہے، جس میں تعارف کے ماخذ اور علمی آثار جمع کیے ہیں۔ امام مالک کی کئی تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ المسند سے متعلق فواؤد سزگین نے جو مؤاد جمع کیا ہے ان کے تحت مسند کے شائع اور غیر شائع شدہ نسخوں کا تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اب تک ۷ نسخے مختلف مکتبہ سے شائع ہو چکے ہیں۔ مسند کے بے شمار قلمی نسخے ترکیہ، مراکش اور مصر کے کتب خانوں میں ہیں یہ چھ جلدوں میں قاہرہ سے 1312ھ میں شائع ہوئی تھی۔ احمد محمد شاکر کی تحقیق و تعلیق سے اس کے پندرہ اجزاء قاہرہ سے شائع ہوئے ہیں جو اصل کتاب کی ایک تہائی کے برابر ہیں[51]۔

فقہاء اربعہ کے علاوہ اہل السنت کے دیگر فقہی مذاہب کے فقہاء کے حالات اور مآخذ کے ساتھ ان کے علمی آثار کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو ان فقہی مذاہب کے ظہور کے بعد اپنے اہمیت کھو بیٹھے مثلاً اوزاعی بھی ایک فقہی مذہب کی بانی تھے جو شام میں بہت پھیلا

ہوا تھا حتی کہ مغرب اور اندلس میں تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک اس کے پیروکار موجود تھے۔ لیکن شافعی اور مالکی مذہب کے اشاعت کے بعد بہت جلد زوال پذیر ہو گیا۔ فواد سزگین نے ان مذاہب کے ۱۴ علماء کا ذکر بمع علمی آثار اور ماخذ حالات کا ذکر کیا ہے۔

فقہ شیعہ کے علماء اور کتب کا تعارف و ماخذ اور قلمی نسخوں کا ذکر بھی کیا ہے، ان میں شعیہ امامیہ کے تقریباً ۴ علماء فقہ کے کتب اور ماخذ بیان کیے ہیں اس کے علاوہ شعیہ زیدیہ فقہ سے متعلق ۷ اکتب کا تذکرہ بمع ماخذ اور علمی آثار کے موجود ہیں۔ اور فقہ اسماعیلی سے متعلق 12 علماء کے حالات ماخذ اور علمی آثار کا ذکر کیا گیا اس کے علاوہ فقہ قرامطی، فقہ نصیری، اور اباضی فقہ کے علماء بھی ذکر کیے گئے۔

فقہ اسلامی میں فواد سیز گین کے کام کے اثرات کا جائزہ

فواد سزگین نے ابتداء سے لے 430ھ تک عربی زبان میں مختلف علوم فنون کے سرمائے کا ایک فاضلانہ جائزہ لیا ہے۔ جیسا بیان کیا گیا ہے اس کے عربی ترجمے کے مطابق تیسری جلد میں فقہی ذخیرے کو جمع کیا گیا ہے۔ علمی ورثے کے ضمن میں جو جن فقہی مواد کا فہرست ترتیب دیا ہے۔ فواد نے لکھا ہے کہ اہل یونان سے قبل بھی اڑھائی ہزار برس کی علمی تاریخ موجود تھے جو انہیں ورثے میں ملی، اور پھر یونانی دور اور احیاء علوم کے دور کے درمیانی عرصے میں عربوں کی گراں قدر علمی خدمات آتی ہیں جن کے بغیر تاریخ علوم تسلسل برقرار نہیں رہ سکتا۔ اس درمیانی عرصے میں عربوں کی گراں قدر علمی خدمات آتی ہیں۔ اس درمیانی مرحلے سے چشم پوشی اتفاقی نہیں، بلکہ ارادی ہے۔ ہر چند کہ بعض مستشرقین نے اس سلسلے میں عربوں کا دفاع بھی کیا، لیکن غالب و مخالفت ہی کی رہی۔

فواد سزگین نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں میں نتیجہ خیز فکری و علمی سرگرمی کا آغاز پہلی صدی ہی میں ہو گیا تھا۔ تاریخ التراث العربی میں فقہ کے ضمن میں مغربی محققین کے تصورات پر سنجیدہ تنقید کی ضرورت کا احساس دلایا ہے۔

علم فقہ میں تصنیف و تالیف کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بنیادی ماخذ کا مطالعہ کا کیا جائے۔ فواؤد سزگین کے ''تاریخ التراث العربی،، میں موجود فقہی ذخیرہ کتب ہے جن سے اس زمانے کی کتابوں کی عدم دستیابی قدیم ترین کتب فقہ کے سلاسل اور رواۃ پر نقد و جرح سے پوری ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت جو قدیم ترین کتب جو اب ضائع ہو چکی ہیں، کے اقتباسات من و عن موجود ہیں۔ فواد سزگین نے پہلی صدی ہجری کے مشاہیر فقہاء کا ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے کتب فقہ کے فروغ میں حصہ لیا۔ فواد سزگین نے ان فقہاء کو منتخب کیا ہے جن سے ہم متعارف نہ تھے۔

فواد سزگین کا فقہ پر اس قسم کا کام اس لحاظ سے گہرے اثرات رکھتا ہے کہ انہوں نے مستشرقین کی اس خیال کو

رد کیا کہ فقہ کی ابتدائی مصادر دستیاب اس لیے نہیں ہے کہ عرب لکھنا پڑھنا بہت کم جانتے تھے۔ یہ مدونات بہت بعد میں مرتب ہوئی اور وہ عہد نبوی ﷺ میں فقہی مسائل کی تحریری صورت کو تسلیم نہیں کرتے۔ پروفیسر سزگین نے نہ صرف ابن ندیم (م)، کارل بروکمان (م)، اور حاجی خلیفہ (م) کے مصادر پر لکھی گئی کتب سے زیادہ قدیم فقہی ذخیرہ جمع کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے اس بات کا واضح ثبوت فراہم کیا ہے کہ فقہی مسائل میں تالیف دور نبوی ﷺ سے موجود ہیں۔

فواد سزگین کے بقول:

"لوگوں میں یہ ایک گروہ ایسا ہے جس کی یہ رائے قابل قبول نہیں کیونکہ ان کا خیال یہ ہے کہ اسلام سے پہلے عرب اس حد تک سادہ تھے کہ ان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ ان نئے حالات پر کوئی رد عمل پیدا کر سکیں، جن سے وہ دوچار ہوئے۔۔۔ ایسا تصور رکھنے والوں کی خدمت میں ہم یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ اس بحث میں اساسی نقطہ یہ ہے کہ عرب کم از کم اپنے آس پاس کے متمدن اقوام سے مکمل طور پر کٹے ہوئے تھے [52]۔"

فواد سے سزگین یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں کی ہاں دینی علوم ہی نہین بلکہ طبعی علوم کا آغاز بھی پہلی صدی ہجری میں ہوا تھا۔ چنانچہ بہت سے محققین کا یہ خیال درست نہیں کہ ان علوم کا آغاز دوسری صدی ہجری کے واخر میں جا کر ہوا۔ تاریخ التراث العربی فقہی ذخیرے کے گہرے اثرات مرتب ہوئے خصوصاً ایک ایسے موقع پر جب مستشرقین اور بعض جدید مسلم سکالرز فقہ کے بارے میں یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ فقہ پر تحریری کام پہلی صدی ہجری میں ہوا۔

نتائج بحث

دینی علوم کی تدوین پہلی صدی ہجری ہی سے شروع ہو جاتی ہے نیز اسلامی فقہ میں پہلی تالیف دور نبوی ﷺ میں ہوئی۔ فواد سزگین کے تاریخ التراث میں موجود فقہی ذخیرہ آغاز سے لے کر ۴۳۰ھ تک کے دور کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ علم فقہ میں تصنیف وتالیف کے فروغ کے لیے یہ ضروری ہے کہ فقہ کے بنیادی مصادر سے واقفیت حاصل ہو۔ یہ مقصد کسی حد تک سزگین کے اس عظیم الشان کام سے ممکن ہوا ہے۔ اس میں فقہ کے ابتدائی کتب سے شناسائی ہو جاتی ہے۔ اس کام کا آغاز اگرچہ مستشرقین بروکلمان نے کیا تھا۔ لیکن اس کام کو آگے فواد سزگین نے بڑھایا۔ محققین کی ایک بڑی تعداد کا یہ خیال رہا کہ عرب ابتداء میں اتنے سادہ تھے کہ نئے علوم کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے اور یہ کہ مسلمانوں کے ہاں ارتقاء علم کا نقطہ آغاز "بیت الحکمت" کے قیام سے ہوا۔ فواد سزگین نے بعض مستشرقین اور محققین کے اس خیال کو رد کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں میں نتیجہ خیز فکری وعلمی سرگرمی کا آغاز پہلی صدی ہی میں ہو گیا تھا۔ فقہی مواد کو تاریخ

التراث العربی میں بہترین ترتیب دے کر ایک نہایت عمدہ فہرست مرتب کی ہے جو الفہرست لابن ندیم سے زیادہ وسعت رکھتی ہے۔اور اس میں بہت نایاب معلومات ہے۔ باقی علوم کی طرح فقہ سے متعلق بھی بعض مستشرقین کا رجحان عداوت نمایاں ہے۔اس حوالے سے فواد سزگین کی یہ فقہی خدمت مستشرقین کے اس بیانہ کو رد کرتی ہے جو ان کی تحریریات میں فقہ کے حوالے سے نمایاں نظر آتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 ابو عبیدۃ معمر بن المثنی، مجاز القرآن، تحقیق: محمد فواد سزگین (القاہرہ: مکتبہ الخانجی، 1381ھ)

2 پروفیسر ڈاکٹر عرفان یلماز، مکتشف الکنز المفقود فواد سزکین، عربی ترجمہ، احمد کمال (مصر: دار النیل، للطباعہ والنشر، 2015ء) ص: 19

3 https://brockhaus.de/ecs/enzy/article/sezgin-fu

4 مکتشف الکنز المفقود فواد سزکین : 20

5 نفس مصدر

6 جامع کلیہ الشریعہ سنٹر ترکی استنبول میں بطور پروفیسر ہیں۔

7 İrfan Yılmaz, Yitik Hazinenin Kasifi Fuat Sezgin, Arabic Translation Ahmad Kamal, Page 19

8 نفس مصدر

9 نفس مصدر

10 مقالہ ڈاکٹر ظفر الاسلام خان، پروفیسر فواد سزگین، عصر حاضر کا عظیم ترین اسلامی سکالز، www.Baser atonline. com

11 Yitik Hazinenin Kasifi Fuat Sezgin, Page 19

12 Ibid , Ppg. 23

13 Ibid

14 Yitik Hazinenin Kasifi Fuat Sezgin, Page 30

15 Ibid

16 Ibid

17 عصر حاضر کا عظیم ترین اسلامی اسکالر www.baseeratonline.com

18 ابن سعد، طبقات الکبری (بیروت: دار الکتب العلمیہ (س-ن) 5: 133

19 فواد سزگین، تاریخ التراث العربی 3: 3

20 ابو عبید القاسم، کتاب الاموال (بیروت: دار الفکر (س-ن) ص: 447

21 السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل، المبسوط (بیروت: دار المعرفہ، 1993ء) 2: 152

22 نفس مصدر

23 المبسوط 2: 152

24 الخطیب البغدادی، ابو بکر احمد بن علی، الکفایہ فی علم الروایہ (مدینہ منورہ: المکتبہ العلمیہ (س-ن) ص: 353

25 وکیع، محمد بن خلف بن حبان، أخبار القضاء (مصر: المکتبہ التجاریہ الکبیر، 1947ء) ص: 70

26 تاریخ التراث العربی 3: 6

27 نفس مصدر: 65

28 مسند الامام احمد بن حنبل، ، کتاب العلل، 1: 26

29 ابن الندیم، الفہرست (قاہرہ: دار الجیل، 1972ء) ص: 263

30 تاریخ التراث العربی 3: 6

31 البیہقی، السنن الکبری (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 1422ھ) 6: 213

32 نفس مصدر

33 مسند احمد بن حنبل، کتاب العلل 1: 256

34 تاریخ التراث العربی 3: 7

35 نفس مصدر

36 فواد سزگین نے بلاذری کا حوالہ دیا ہے جو درست ہے۔ (البلاذری، انساب الاشراف (قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ، 1422ھ) 1: 517

37 فتح الباری شرح البخاری 1: 166۔ تاریخ التراث العربی 3: 7

38 تاریخ التراث العربی 3: 8

39 نفس مصدر

40 تاریخ التراث العربی 3: 15

41 سنن البیہقی 1: 247- 249

42 تاریخ التراث العربی: 17

43 نفس مصدر 3: 19

44 تاریخ التراث العربی 3: 20

45 نفس مصدر 3: 21

46 تاریخ التراث العربی 3: 22

47 نفس مصدر3: 131

48 تاریخ التراث العربی3: 110

49 نفس مصدر3: 184

50 تاریخ التراث العربی3: 215

51 نفس مصدر3: 219

52 تاریخ التراث العربی1: 32